# اسلام میں سند کا مقام

حافظ شعیب احمد
مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد

پہلی قسط

## اسلامی تعلیمات کی محفوظیت

اسلام سے قبل کے مذاہب کا دینی لٹریچر آج اپنی اصلی حالت میں کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ دنیا کا کوئی یہودی یا عیسائی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ موجودہ تورات وانجیل من وعن الٰہی کلام ہے۔ اسی طرح سابقہ انبیاء ورسل کی زندگیاں بھی محفوظ نہیں رہ سکیں۔ محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں مگر آپ علیہ السلام کی تینتیس برس کی زندگی میں سے صرف تین برس کا حال ہم کو معلوم ہے اور ان تین برسوں کے حالات میں سے بھی معجزات وخوارق کے علاوہ معلومات بہت کم ہیں۔(۱)

یہ صرف پیغمبر آخرالزماں کا خاصہ ہے کہ آپؐ پر نازل ہونے والی عظیم کتاب قرآن مجید آج تک حرف بحرف محفوظ ہے اور وعدہ الٰہی کے مطابق قیامت تک محفوظ رہے گی۔ اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں اپنی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واتباع کا حکم دیا۔

ارشاد ربانی ہے۔

﴿یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم﴾(۲)

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔"

اسی طرح اتباع کا حکم یوں صادر فرمایا

﴿قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم و اللہ غفور رحیم﴾(۳)

"اے پیغمبر! دنیا کو سنا دیجئے اگر تمھیں اللہ سے سچی محبت ہے تو میری پیروی کرو (اس صورت میں) اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔"

اگر اللہ تعالیٰ نے اطاعت رسول ﷺ کا حکم دیا تھا تو اس کیلئے یہ ضروری تھا کہ پیغمبرؐ کے تمام فرمودات اور آپ کی زندگی کے تمام پہلو بھی محفوظ ہوں اور اپنی اصلی حالت میں ہم تک پہنچیں لہٰذا اللہ عزوجل نے حفاظت حدیث کا اہتمام و انتظام بھی کیا۔ یہ کہنا قطعاً مبالغہ نہ ہوگا کہ جس طرح اللہ نے آخرالزماں پیغمبر ﷺ کا انتخاب تمام بنی نوع انسان میں سے کیا تھا تو اسی طرح اصحاب پیغمبر ﷺ کا بھی انتخاب تمام انبیاء و رسل کے بعد تمام انسانیت میں سے ہوا تھا بلکہ رسولِ کائنات ﷺ کے صحابہؓ دراصل پیدا ہی دینِ اسلام کی تبلیغ، نشرواشاعت اور غلبہ کیلئے کیے گئے تھے۔ جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

﴿ان اللہ نظر فی قلوب العباد فوجد قلب محمد خیر قلوب العباد فاصطفاہ لنفسہ وابعثہ برسالتہ ثم نظر فی قلوب العباد بعد قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوجد قلوب اصحابہ خیر قلوب العباد، فجعلھم وزراء نبیّہ یقاتلون علی دینہ﴾ (۴)

"بے شک اللہ نے بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو اس نے ان میں سے قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین پایا۔ لہٰذا انھیں اپنے لیے چن لیا اور اپنا رسول بنالیا۔ پھر اس نے باقی تمام دلوں کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے دلوں کو باقی کے مقابلہ میں بہترین پایا تو انھیں اپنے نبی کے وزیر بنادیا جو اسکے دین کے غلبہ کی خاطر قتال کرتے ہیں۔"

حضرات صحابہ کرامؓ کے کمال حافظے تھے عرب کی تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ کتابت کو ایک عیب سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان کا زیادہ انحصار حافظوں پر تھا۔(۵) لہٰذا وہ ایک ہی مجلس میں سینکڑوں اشعار سن کر فوراً یاد کرلیتے تھے۔(۶) پھر وہ نساب بھی تھے انھیں دسیوں بیسیوں پشتوں تک کے نسب نامے زبانی یاد ہوتے تھے۔(۷) ان حالات میں رسول کامل ﷺ کی بعثت ہوئی جن کی ہر بات ہر عمل حتیٰ کہ آپ ﷺ کی خاموشی بھی امت کیلئے حجت قرار پائی لہٰذا صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کی ایک ایک ادا کو اپنے ذہنوں میں نقش کرتے تھے اور "بلغوا عنی ولو آیة" (۸) "میری طرف سے آگے پہنچاؤ خواہ ایک ہی آیت ہو" کے تحت آگے نقل کرتے تھے۔

اصحاب پیغمبر ﷺ نقل حدیث میں بڑے حزم واحتیاط سے کام لیتے تھے مبادا کہ کوئی ایسی بات رسول کائنات ﷺ کیطرف منسوب ہوجائے جو رسول اللہ ﷺ نے نہ کہی ہو اور پھر انہی کے طریق پر تابعینِ کرام تبع تابعین اور بعد کے محدثین چلتے رہے، اسی احتیاط کا تقاضا تھا کہ ہر حدیث بیان کرنے والا یہ بتائے کہ اس نے یہ حدیث کس سے سنی یعنی اس تک یہ روایت کس ذریعہ سے پہنچی ہے اسی چیز کا نام اصطلاح میں "سند" ہے۔

سند کی قبل از اسلام سامی مذاہب میں اور اسلام میں کیا حیثیت واہمیت ہے اس بارے تفصیلاً گفتگو اس مقالہ میں کی جائے گی سردست سند کی لغوی واصطلاحی تعریف ذکر کی جاتی ہے۔

## سند کا لغوی واصطلاحی مفہوم

سند اور اسناد کا لفظ محدثین کے یہاں اکثر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا لغوی معنی ﴿ما ارتفع من الأرض فی

قبل الجبل أو الوادی﴾(۹) ''جو سطح زمین سے بلند ہو پہاڑ یا وادی کی جانب میں۔''

اور بلند چیز کیطرف ہی عموماً ٹیک لگائی جاتی ہے اسی لیے اس میں ٹیک لگانے کا مفہوم بھی شامل ہے اسی لیے یہ بھی اس کی لغوی تعریف یوں کہا گیا ہے﴿السند: کل مایستند الیه و یعتمد علیه من حائط و غیره﴾(۱۰) ''سند سے مراد ہر وہ چیز جس پر ٹیک لگائی جائے اور اس پر اعتماد کیا جائے۔مثلاً دیوار وغیرہ۔''

اس معنی میں قرآن مجید میں منافقین کے بارے ارشاد ربانی ہے﴿واذا رأيتهم تعجبك اجسامهم وان يقولوا تسمع لقولهم كانهم خشب مسندة﴾(۱۱) ''اور جب آپ ان کو دیکھتے ہیں تو ان کا قد و قامت آپ کو بہت پسند آتا ہے اور اگر وہ بات کریں تو آپ غور سے سنتے ہیں۔یہ ایسے ہیں جیسے وہ لکڑیاں جو دیوار کے ساتھ لگادی گئی ہوں۔''

سند کا اصطلاحی مفہوم کیا ہے؟ اس بارے امام الفارسی الھرویؒ لکھتے ہیں﴿فالسند اخبار عن طريق المتن﴾ (۱۲) ''پس سند متن کے راستہ کی خبر دینے کا نام ہے۔''

رہی اسناد کی تعریف تو حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں ﴿الاسناد: وهو الطريق الموصلة الى المتن﴾(۱۳) ''الاسناد سے مراد وہ راستہ ہے جو متن تک پہنچاوے۔''

سند اور اسناد کی اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ محدثین کرام کے یہاں شاید یہ الفاظ مترادف المعنی ہیں اس لیے دکتور نورالدین لکھتے ہیں کہ﴿واما الاسناد: فهو اضافة الحديث الى قائله ونسبته اليه وقد يطلق احد هذين اللفظين على الآخر﴾(۱۴) ''اور رہی اسناد تو وہ حدیث کی اس کے قائل کی طرف نسبت کرنا ہے اور کبھی ان دونوں لفظوں کا اطلاق ایک دوسرے پر بھی ہو جاتا ہے۔''

سند کے لغوی و اصطلاحی مفہوم میں باہم مطابقت یہ ہے کہ سند میں ٹیک لگانے کا مفہوم شامل ہے اور متنِ حدیث کا بھی گویا ان رجالِ سند پر اعتماد ہوتا ہے اسی سند کے ساتھ حدیث کا قیام ہوتا ہے۔

## اسلام سے قبل سند کی حیثیت

اسلام سے قبل وحی الٰہی پر مبنی مذاہب آج دو ہی موجود ہیں یعنی یہودیت اور عیسائیت لہٰذا ان کے بارے ہی یہاں تحریر کیا جاتا ہے کیونکہ آج اسلام کے اصل مدمقابل تو یہی ہیں اور آج انہی کی طرف سے عموماً وحدتِ ادیان، کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے جبکہ ان کے مذہبی لٹریچر کی حیثیت کیا ہے اس کا اندازہ حافظ ابن حزمؒ کے درج ذیل تبصرہ سے ہو سکتا ہے۔

## یہودیت و عیسائیت کے بارے حافظ ابن حزم کا تبصرہ

آپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ثقہ رواۃ کی متصل سند یہ صرف امت محمدیہ ﷺ کا ہی خاصہ ہے۔مرسل و معضل (مراد منقطع) روایات تو اکثر طور پر یہود کے یہاں پائی جاتی ہیں لیکن سند میں انکو حضرت موسیٰؑ تک وہ قرب حاصل نہیں ہوتا جو مسلمانوں کو حضرت محمد ﷺ تک حاصل ہوتا ہے

آپؒ لکھتے ہیں﴿يكون بينهم وبين موسى اكثر من ثلاثين عصرا﴾ یعنی ''ان کے درمیان اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تیس سے زیادہ صدیوں کا زمانہ ہے۔'' اور وہ تو صرف شمعون وغیرہ تک ہی پہنچ پاتے ہیں۔

رہے عیسائی تو انکے یہاں نقلی طریقہ (انتقال علم بہ سند) کی مثال ہی نہیں ملتی سوائے تحریم طلاق کے۔ یہود و نصاریٰ کے یہاں اگر کوئی سند موجود بھی ہے تو ایسی جو کذاب اور مجہول العین رواۃ پر مشتمل ہے۔

(جبکہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کے صحابہ و تابعین کے اقوال بھی بہ سند موجود ہیں مگر) حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ کے صحابہ و تابعین کے اقوال کی حیثیت یہ ہے کہ یہود کیلئے یہ ممکن نہیں کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کسی شاگرد تک ہی سلسلہ سند پہنچا سکیں اور نہ ہی انکے تابعین تک اور عیسائیوں کیلئے یہ ممکن نہیں کہ وہ پولس سے اوپر کہیں سلسلہ سند پہنچا سکیں۔(۱۵)

## سند اور عرب

دین اسلام کا مرکز اول اور مہبط وحی کی سرزمین خطہ عرب ہے دیکھنا یہ ہے کہ اسلام سے قبل خطۂ عرب میں سند کی حیثیت کیا تھی اور پھر اسلام نے اس بارے کیا کارنامہ سر انجام دیا۔

اہل عرب اسلام سے قبل بھی سند کا استعمال کرتے تھے دلیل میں جاہلی اشعار کو پیش کیا جاسکتا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اتصال سند کا اہتمام نہ ہونے کے برابر تھا بلکہ جاہلی شعراء کے کلام میں مرسل و منقطع سند کی بھرمار ہے جیسا کہ ''دکتور محمد عجاج الخطیب'' رقمطراز ہیں کہ﴿لم يكن التزام الاسناد المتصل دائما بل من النادر، اما الاسناد المرسل فهو اكثر﴾(۱۶) ''سند متصل کا التزام ہمیشہ نہ تھا' بلکہ نادر ہی ہوتا تھا۔رہی مرسل سند تو وہ بہت زیادہ ہے۔''

## اسلام میں سند کی حیثیت و اہمیت

یہ ایک عقلی بات ہے کہ ایک شخص اگر کوئی خبر بیان کرتے ہوئے کہے کہ ''یوں سنا گیا ہے'' یا ''یوں بیان کیا جاتا ہے'' مگر ایک دوسرا شخص کہے کہ ''مجھے یہ بات فلاں شخص نے بتائی'' یا ''فلاں شخص کہہ رہا تھا اور میرے کانوں نے خود سنا یا اس مجلس میں بھی حاضر تھا'' یقیناً ان دو افراد میں سے دوسرے شخص کی بات میں وزن ہے اور سامعین اس کی بات کو ترجیح دینگے اور ایسا جب روزمرہ کے امور و واقعات میں ہوگا تو دین کے معاملہ میں تو اس بات کا خیال رکھنا بالاولیٰ ضروری ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ جب عقلاً سند کی اہمیت مسلمہ ہے تو اسلام جو دین فطرت ہے اس نے بھی سند کو خاص طور پر اہمیت دی ہے۔جس کا ذکر تفصیلاً تحریر کیا جاتا ہے۔

## استعمال سند کا محرک اصلی

سند کے استعمال کے محرکات میں آیاتِ قرآنی اور کئی

احادیث ہیں' مگر حدیثِ رسول ﷺ کے ساتھ سند کے استعمال کا محرک درج ذیل دو احادیث ہیں یا وہ احادیث جو ان کے معنی و مفہوم ہی کی حامل ہیں۔

۱۔ ﴿لیبلّغ الشاھد منکم الغائب﴾(۱۷) ''جو تم میں سے حاضر ہے' وہ غائب تک پہنچادے۔''

۲۔ ﴿من کذب علی متعمّدا فلیتبوأ مقعده من النار﴾(۱۸) ''جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ گھڑا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کی آگ سمجھے۔''

یعنی ایک طرف تو رسول اللہ ﷺ نے ہر دور کے علماء کو علم دین آگے نقل کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی یہ وعید بھی سنا دی کہ جو مجھ پر جھوٹ گھڑے یعنی میری طرف کوئی بات منسوب کرے جو میں نے نہ کہی اور نہ کی تو ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

یہی وہ چیز تھی جس نے صحابہ کرام' تابعین کرام و محدثین عظام کو سند کا لحاظ رکھنے پر ابھارا۔ اس لئے کہ لامحالہ جب ایک مسلم کے سامنے حدیثِ رسول بیان کی جائے تو اس کے سامنے یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اس بیان کرنے والے نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے' اگر دیکھا ہے تو فبہا وگرنہ اسے کیسے پتہ چلا کہ یہ حدیثِ مصطفیٰ ہے......؟

اس سوال کے پیشگی جواب کے طور پر راوی ان واسطوں کا ذکر کرتا ہے' جن کے ذریعے حدیث اس تک پہنچی تاکہ سامعین کو اس کی بات پر اعتماد و بھروسہ ہوجائے۔

## کیا سند کا اہتمام امت محمدیہ کا خاصہ ہے......؟

اکثر علماء کرام کا یہی خیال ہے کہ سند کا اہتمام اس امتِ محمدیہ کا خاصہ ہے۔ اس حوالے سے علماء کے اقوال پیش کئے جاتے ہیں۔

☆ حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''مقدمہ ابن صلاح'' میں لکھتے ہیں کہ ﴿اصل الاسناد أولا خصیصة فاضلة من خصائص ھذه الأمة وسنة بالغة من السنن المؤکدة﴾(۱۹) ''اولاً سند اس امت کے خصائص میں سے ایک اہم خصوصیت ہے اور سنن موکدہ میں سے ایک سنت بالغہ ہے۔''

☆ امام ابو علی الجیانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ﴿خص اللہ تعالیٰ ھذه الأمة بثلاثة اشیاء لم یعطھا من قبلھا الإسناد والأنساب والاعراب﴾(۲۰) ''اللہ تعالیٰ نے اس امت کو تین اشیاء کے ساتھ خاص کیا ہے جو اس سے قبل کسی امت کو نہ دی گئیں۔ سند' نسب اور اعراب۔''

☆ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ﴿کان الاسناد من خصائص ھذه الامة وذلک انه لیس أمة من الامم یمکنھا ان تسند عن نبیھا اسنادا متصلا غیر ھذه الأمة﴾(۲۱) ''سند اس امت کے خصائص میں سے ہے اور کسی دوسری امت کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے نبی تک سلسلہ سند متصل طور پر پہنچا سکے۔''

☆ امام جمال الدین القاسمی رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں ﴿ان الاسناد فی اصله خصیصة فاضلة لھذه الأمة لیست لغیرھا من الأمم﴾(۲۲) ''بے شک سند اصلاً اسی امت کا ایک اہم خاصہ ہے' دوسری امتوں میں اس کا لحاظ نہیں کیا گیا۔''

☆ امام محمد بن حاتم بن المظفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ﴿ان اللہ أکرم ھذه الامة وشرفھا وفضلھا بالاسناد' ولیس لاحد من الامم کلھا قدیمھا وحدیثھا إسناد' انما ھو صحف فی أیدیھم وقد خلطوا بکتبھم أخبارھم فلیس عندھم تمییز بین ما نزل من التوراة والانجیل وبین ما ألحقوه بکتبھم من الاخبار التی اخذوھا عن غیر الثقات﴾(۲۳) ''بے شک اللہ نے اس امت کو عزت و شرف سے نوازا اور اسے سند کے ساتھ فضیلت دی۔ قدیم و جدید تمام امتیں سند کے استعمال سے غافل رہیں۔ وہ تو چند صحیفے ہیں جو ان کے ہاتھوں میں ہیں اور انھوں نے اپنی کتب کو اپنی خبروں (تاریخی) کے ساتھ خلط ملط کر دیا۔ تورات و انجیل کی تعلیمات جو نازل ہوئیں اور وہ اخبار جو انھوں نے غیر ثقہ رواۃ سے لے کر ان کتب میں شامل کر دیں' دونوں میں فرق کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی پیمانہ و ضابطہ نہیں ہے۔''

امام عبداللہ بن طاہر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ﴿ان اسناد الحدیث کرامة من اللہ عزوجل لأمة محمد ﷺ﴾(۲۴) ''بے شک حدیث کی سند اللہ عزوجل کی طرف سے امت محمدیہ کیلئے ایک اعزاز کی بات ہے۔''

مذکورہ بالا اقوال العلماء سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ شاید سند کا اہتمام و لحاظ صرف امت محمدیہ کا ہی خاصہ ہے' جبکہ اس سے قبل یہود و نصاریٰ کے یہاں سند غیر متصل اور کذاب رواۃ پر مبنی ہونے کا ذکر ہو چکا ہے' لہٰذا صحیح بات یہ ہے کہ امت محمدیہ کا جو اس بارے خاصہ ہے' اس کا تعلق درج ذیل دو امور سے ہے۔

۱۔ اتصالِ سند امت محمدیہ کا خاصہ ہے' یہی وجہ ہے کہ منقطع سند پر مبنی خبر و روایت قبول نہیں کی جاسکتی۔

۲۔ سند کے تمام رواۃ کا ثقہ ہونا از بس ضروری ہے۔ غیر ثقہ رواۃ کی خبر مردود ٹھہرتی ہے۔

یہی وہ دو امور ہیں' جو اس امت محمدیہ کا خاصہ ہیں' جو دیگر مذاہب و اقوام کے یہاں مفقود ہیں۔ اگرچہ یہ بھی صحیح ہے کہ مطلقاً سند کا لحاظ و اہتمام جس قدر امتِ محمدیہ نے کیا ہے' اس کی مثال اقوام عالم میں ملنا مشکل ہے۔

## سند کی اہمیت قرآن مجید کی روشنی میں

سند کے استعمال و لحاظ کے اشارے قرآن مجید سے بھی ملتے ہیں۔ درج ذیل آیات بطور دلیل پیش کی جاسکتی ہیں۔

۱۔ قرآن مجید جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے' جسے ملائکہ کے سردار جبریل علیہ السلام لے کر نازل ہوتے رہے اور اسے حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا گیا' یہ بھی دراصل ایک سلسلہ سند ہے' جو حضرت محمد ﷺ سے اللہ عزوجل تک پہنچتا ہے۔ اس سند کا اظہار قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔ مثلاً

﴿الم ٥ تنزیل الکتب لا ریب فیه من رب

Monthly Mohaddis Lahore 99-J Model Town, Lahore-54700 Phone: 5866476-5866396

العالمین ﴾(۲۵) ''الم۔اس کتاب کا نازل کیا جانا' اس میں شک نہیں کہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔''

یعنی یہ رب تعالیٰ کا کلام ہے' جسے لانے والے جبریل علیہ السلام ہیں۔

﴿قل من کان عدوا لجبریل فانه نزله علی قلبک ﴾(۲۶) ''اے نبی آپ کہہ دیں کہ جو جبریل علیہ السلام کا دشمن ہے (وہ ہوا کرے) بے شک اس نے اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر اس کتاب کو نازل کیا۔''

اور جسے حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا گیا۔

﴿الر o کتب أنزلنه الیک لتخرج الناس من الظلمت الی النور ﴾(۲۷) ''الر۔یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف اس واسطے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کو (کفر کے) اندھیروں سے نکال کر (ایمان کی) روشنی میں لائیں۔''

اور ان تینوں کا اکٹھا ذکر یوں ہوا ہے

﴿وانه لتنزیل رب العلمین o نزل به الروح الامین o علی قلبک لتکون من المنذرین o﴾(۲۸) ''اور یہ قرآن پروردگارِ جہاں کا اتارا ہوا ہے' اسے روح الامین (جبریل) لے کر نازل ہوا ہے۔ اس نے اسے آپ کے دل پر نازل کیا ہے تا کہ آپ ڈرانے والے ہوں۔''

۲۔ اسی طرح سند کے استعمال کا ذکر قران مجید کی اس آیت میں بھی ہوا ہے۔

﴿واذ أسرّ النبی الی بعض ازواجه حدیثا فلما نبأت به واظهره الله علیه عرف بعضه وأعرض عن بعض فلما نبأها به قالت من أنبأک هذا قال نبأنی العلیم الخبیر o﴾(۲۹) ''اور جب نبی نے اپنی ایک بیوی سے بھید کی بات کہی پھر جب اس نے وہ بات (دوسروں) کو بتا دی اور اس چیز کو اللہ نے نبی پر ظاہر کر دیا تو آپ نے کچھ تو جتا دی اور کچھ نہ جتا دی تو جب آپ نے وہ بات جتائی تو اس نے پوچھا کہ آپ کو کس نے بتایا۔ پیغمبر نے جواب دیا کہ مجھے اس جاننے والے خبر رکھنے والے (اللہ) نے بتایا ہے۔''

۳۔مشرکین سے شرک پر بہ سند سابقہ نقل وروایت' کا مطالبہ:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿قل ارء یتم ما تدعون من دون الله أرونی ماذا خلقوا من الأرض ام لهم شرک فی السموت ایتونی بکتب من قبل هذا او أثرة من علم ان کنتم صدقین ﴾(۳۰) ''(اے پیغمبران کافروں سے) کہہ دے بھلا دیکھو تو سہی جن (دیوتاؤں) کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو (ان کی پوجا کرتے ہو) مجھے دکھلاؤ تو انھوں نے زمین میں کیا بنایا یا آسمانوں (کے بنانے) میں ان کا ساجھا ہے۔ اگر تم سچے ہو تو اس (قرآن) سے پہلے کی کوئی آسمانی کتاب یا اگلی کوئی علمی روایت (اپنی بات کے ثبوت میں) لے کر آؤ۔''

یہاں محلِ استدلال الفاظ ''اثرة من علم'' ہیں۔لفظ اثارۃ کی اصل اثر ہے اور اس کا معنیٰ ''روایة'' ہے۔اس کے تین مصدر مستعمل ہیں ﴿اثرة، اثارة، اثر﴾ اس بارے قاضی شوکانی رحمہ اللہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں' آپ لکھتے ہیں:

﴿اصل الکلمة من الأثر وهی الروایة یقال اثرت الحدیث آثره أثرة واثارة واثرا اذا: ذکرته عن غیرک ﴾(۳۱) ''اثارۃ'' کلمہ کی اصل ''اثر'' ہے۔ جس کا معنیٰ روایت ہے۔ جب آپ کوئی بات دوسرے سے نقل کریں تو ''أثرت الحدیث اثرة واثارة واثرا'' کہتے ہیں۔''

## آیت کی تفسیر میں علماء کے اقوال

### امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ کا قول:

''اثرة من علم'' کی تفسیر میں امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿أی بقیة من علم الأولین ﴾ ''یعنی پہلے لوگوں کا باقی ماندہ علم۔''

امام فراء اور مبرد کا قول

﴿یعنی مایؤثر عن کتب الاولین ﴾ ''یعنی جو سابقین کی کتب سے منقول ہے۔''

امام عطاء تابعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

﴿أو شی تاثرونه عن نبی کان قبل محمد ﷺ ﴾ ''یا کوئی ایسی چیز جسے تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کے کسی نبی سے نقل کرتے آئے ہو۔''

امام مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

﴿أو روایة من علم عن الانبیاء ﴾(۳۲) ''یا انبیاء سے علم کا روایت کرنا۔''

اسی طرح امام جمال الدین قاسمی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے حضرت مطر الوراق سے نقل کیا ہے کہ اللہ کے فرمان ''أو اثارة من علم'' سے مراد اسناد الحدیث ہے۔(۳۳)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر وتشریح میں مولانا عبد الغفار حسن لکھتے ہیں کہ:

آیت مذکورہ بالا میں مشرکین سے ان کے شرک کے ثبوت میں دو چیزوں کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

(الف) کسی سابقہ کتاب سے اس کی دلیل لاؤ۔

(ب) یا کوئی ایسی نقل وروایت پیش کرو۔جس کی بنیاد علم پر ہو' ظاہر ہے کوئی بھی نقل وروایت بغیر ناقل وراوی کے اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتی۔اس لئے سند یعنی سلسلہ رواۃ کا اہتمام ضروری ہے۔''(۳۴)

## چوتھی دلیل

قرآن مجید میں اللہ عزوجل کے فرمانِ گرامی ﴿وانه لذکر لک ولقومک﴾ کے بارے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کسی آدمی کا ﴿حدثنی ابی عن جدی﴾ کہنا ہے۔(۳۵)

## قرآن مجید سے پانچویں دلیل

اللہ رب العزت کا فرمانِ گرامی ہے:



Monthly MUHADDIS Lahore 99-J Model Town, Lahore-54700

﴿يـايهـا الـذين امنوا ان جـاء كم فـاسق بنبـافتبيّنوأ ان تصيبوا قوما بجهالة فتصبحوا على مـا فـعلتم نـدمين﴾(۳۶)''اے ایمان والو! اگر کوئی بدکار شخص تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو پہلے تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں نادانی سے کسی قوم پر نہ جا پڑو۔ پھر جو کچھ کر چکے اس پر نادم ہونا پڑے۔''

یہ آیت سند اور سند کی تحقیق کے حوالے سے کس قدر واضح ہے۔

## چھٹی دلیل

اسلام نے مختلف معاملات میں گواہوں کی گواہی کا لحاظ کیا ہے۔ سندِ حدیث بھی ایک طرح کی گواہی کی ہی شکل ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ﴿وأشهـدوا ذوى عـدل مـنـكـم﴾(۳۷) سے یہی استدلال کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

﴿والـخبـر وان فاروق معناه معنى الشهادة فى بعض الـوجـوه، فـقـد يـجتـمـعـان فى اعظم معـانيهـما﴾(۳۸)''اور خبر اگرچہ اپنے معنی میں بعض وجوہ کے اعتبار سے شہادت (گواہی) سے مختلف ہے، لیکن یہ دونوں اپنے معنی میں بعض اعتبار سے اکٹھے بھی ہیں۔''

لہٰذا اس آیت سے بھی سند کے معتبر ہونے کی دلیل ملتی ہے۔

## ساتویں دلیل

اسلام میں افواہیں پھیلانے کی مذمت کی گئی ہے۔ جس میں یہی کیا جاتا ہے کہ افواہ پھیلانے والا شخص کہتا ہے کہ ''ایسا کہا جاتا ہے'' یا ''بیان کیا جاتا ہے کہ ایسا ہو گیا ہے۔'' اس حوالے سے قرآن کریم کی درج ذیل دو آیات محل استدلال ہیں۔

﴿لـئن لم ينته المنفقون والذين فى قلوبهم مـرض والمرجفون فى المدينة لنغرينك بهم ثم لا يجاورونك فيها إلا قليلا﴾(۳۹)''اگر منافق لوگ اور وہ جن کے دلوں میں روگ ہے، نیز وہ جو جھوٹی افواہیں اڑاتے ہیں، باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے پھر وہ اس شہر میں آپ کے پاس نہ رہنے پائیں گے مگر چند روز۔''

﴿واذا جاء هم أمر من الأمن أو الخوف أذاعوا به ولو ردوه الى الرسول وإلى اولى الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم﴾(۴۰)''اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی بات پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اسے اللہ کے رسول کے سامنے اور ان لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں، جو ان میں سے حکم و اختیار والے ہیں، تو جو حضرات ان میں سے بات کی تہ کو پہنچنے والے ہیں، وہ اس کی اصلیت کو معلوم کر لیتے۔''

مؤخر الذکر آیت کی تفسیر میں حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:

''یہ بعض کمزور اور جلد باز مسلمانوں کا رویہ ان کی اصلاح کی غرض سے بیان کیا جا رہا ہے.......... انہیں کہا جا رہا ہے کہ اس قسم کی خبریں چاہے امن کی ہوں یا خوف کی، انہیں سن کر عام لوگوں میں پھیلانے کی بجائے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا دو یا جو اہل علم و تحقیق ہیں، انہیں پہنچا دو تا کہ وہ یہ دیکھیں کہ یہ خبر صحیح ہے یا غلط.....'' (۴۱)

ان دو آیات مذکورہ میں افواہ کی مذمت دراصل کوئی بات بلا سند بیان کرنے کی مذمت ہے اور یہیں سے سند کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے۔

## سند کی اہمیت حدیث کی روشنی میں

### خود رسول اللہ ﷺ نے سند کا لحاظ رکھا

رسول اللہ ﷺ کا حضرت جبریل علیہ السلام کے واسطے سے قرآن، احادیث قدسیہ کا بیان کرنا اور آپ ﷺ کا امی عائشہ رضی اللہ عنہا کو جبریل علیہ السلام کا سلام پہنچانا (۴۲) اور حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو کہنا کہ اللہ کی طرف سے مجھے تمہارے سامنے قرأت قرآن کا حکم ہوا ہے (۴۳) یہ دراصل سند کا اہتمام کرنے کی طرف ہی نبی ﷺ کا امت کو اشارہ تھا۔

درج ذیل احادیث سے استعمال سند کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔

## حدیث

رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے

﴿بلغوا عنى ولو اية﴾(۴۴)''آگے پہنچاؤ میری طرف سے اگرچہ ایک آیت ہی ہو۔''

اس حدیث میں ''عنی'' کا لفظ محل استدلال ہے۔ اس حدیث میں کہا جا رہا ہے کہ میری طرف سے خواہ ایک آیت کا ہی علم ہو پہنچا دو، گویا یہ کہہ کر علم پہنچاؤ کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا قول یا فعل ہے اور اسی چیز کا نام سند ہے۔

اسی حدیث کے ضمن میں امام جمال الدین القاسمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''بلغوا عنی'' کا کلمہ یہ احتمال رکھتا ہے کہ اس سے مراد

﴿اتـصـال السـنـد بـنقل الثقة عن مثله الى منتهاه﴾

''سند کا اس طرح متصل ہونا کہ ثقہ راوی اپنے جیسے ثقہ سے نقل کرتے ہوئے اسے انتہا تک پہنچائے'' ہو کیونکہ تبلیغ کا کلمہ بلوغ سے ہے اور اس کا معنی ہے کسی چیز کو اس کی انتہا تک پہنچانا اور دوسرا احتمال

﴿اداء اللفظ كما سمع من غير تغيير﴾

''لفظ کو جس طرح سنا اسی طرح بغیر کسی تغیر و تبدل کے آگے بیان کرنا'' ہے اور شاید اس حدیث سے دونوں احتمال ہی مراد ہوں۔ (۴۵) جبکہ موضوع زیر بحث سے متعلقہ پہلا احتمال ہے۔

## حدیث

رسول کائنات، معلم انسانیت ﷺ کا ارشاد ہے

﴿كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ما سمع﴾(۴۶)''کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات بیان کرتا پھرے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلا سند سنی سنائی بات آ گے نقل کرنا جائز نہیں' وگرنہ ایسا انسان رسول اللہ ﷺ کے یہاں جھوٹا کہلانے کا مستحق ہے۔

## سند کی اہمیت......مشاہیر امت کے نزدیک

۱۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول

﴿الذی یطلب العلم بلا سند کحاطب لیل یحمل حزمة حطب و فیه افعی وهو لا یدری﴾(۴۷) ''وہ شخص جو علم بلا سند کا طالب ہے وہ رات کو ایندھن جمع کرنے والے کی طرح ہے جو ایندھن کی گٹھڑی اٹھاتا ہے اور اس میں ایک بہت بڑا سانپ ہوتا ہے' جس کا اسے پتہ ہی نہیں ہوتا۔''

۲۔ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول

﴿الاسناد من الدین لو لا الاسناد لقال من شاء ماشاء﴾(۴۸) ''سند دین میں سے ہے اگر سند نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا کہہ دیتا۔''

ایک دوسرا قول آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہی یہ ہے

﴿مثل الذی یطلب أمر دینه بلا إسناد کمثل الذی یرتقی السطح بلا سلم﴾(۴۹) ''وہ شخص جو اپنے دین کا معاملہ بلا سند حاصل کرتا ہے' اس شخص کی طرح ہے جو چھت پر بغیر سیڑھی چڑھنا چاہے۔''

امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ہی ایک تیسرا قول سند کی اہمیت کے بارے یہ بھی ہے کہ

﴿بیننا و بین القوم القوائم' یعنی الاسناد﴾(۵۰) ''ہمارے اور قوم کے درمیان سند ہی فیصل ہے۔''

۳۔ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا قول: سند کی اہمیت کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یوں اجاگر کیا ہے کہ:

﴿الاسناد سلاح المومن فاذا لم یکن معه سلاح فبأی شیء یقاتل﴾(۵۱) ''سند مومن کا ہتھیار ہے۔ لہٰذا جب اس کے پاس ہتھیار ہی نہیں تو وہ کس چیز کے ساتھ لڑ سکے گا۔''

۴۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سند اور ان سے متعلقہ علوم جاننے کو فرض کفایہ قرار دیتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

﴿ولکون الاسناد یعلم به الموضوع من غیره کانت معرفته من فروض الکفایة﴾(۵۲) ''چونکہ سند کی بدولت ہی حدیث موضوع کی اپنے غیر سے پہچان ہوتی ہے' لہٰذا علم الاسناد کی معرفت حاصل کرنا فرض کفایہ کی حیثیت رکھتا ہے۔''

۵۔ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول: آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

﴿کل عالم لیس فیه حدثنا او أخبرنا فهو خل و بقل﴾(۵۳) ''ہر وہ عالم جس میں حدثنا' اخبرنا نہیں ہے تو وہ سرکہ اور سبزی ہے۔'' (یعنی ایسے عالم کی حدیث کی کچھ حیثیت نہیں ہے۔)

۶۔ امام یزید بن زریع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

﴿لکل دین فرسان و فرسان هذا الدین أصحاب الاسانید﴾(۵۴) ''ہر دین کے شہسوار ہوتے ہیں اور اس دین (اسلام) کے شہسوار اصحاب الاسانید ہیں۔''

گویا وہ علماء جو بلا سند علمِ دین بیان کرتے پھرتے ہیں' ان کی کچھ حیثیت نہیں ہے۔

۷۔ حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ کی نصیحت: آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿اذا حدثک رجل بحدیث فقل عمن هذا؟﴾(۵۵) ''جب تم سے کوئی آدمی حدیث بیان کرے تو تم اسے کہو کہ کس کے واسطے سے یہ حدیث بیان کر رہے ہو۔''

۸۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ جب حدیث بیان کرتے تو بہ سند ہی ذکر کرتے اور ساتھ فرماتے:

﴿لا یصلح ان یرقی السطح الا بدرجة﴾(۵۶) ''چھت پر سیڑھی کے بغیر چڑھنے کی کوشش کرنا درست نہیں۔''

۹۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ کی پیشن گوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ماذهاب العلم الا ذهاب الإسناد﴾(۵۷) ''علم کا اٹھنا (ضائع ہونا) سند کے اٹھ جانے کے ساتھ ہے۔''

۱۰۔ امام حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کی رائے: حضرت امام بقیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث کا مذاکرہ (بلا سند) کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا

﴿ما أجودها لو کان لها أجنحة یعنی الاسانید﴾(۵۸) ''کتنا ہی اچھا ہوتا اگر ان کے پَر (Wings) ہوتے یعنی اسانید۔''

۱۱۔ دکتور محمد عجاج الخطیب رقمطراز ہیں کہ

﴿ان السند للخبر کالنسب للمرء﴾(۵۹) ''بیشک سند خبر کیلئے وہی حیثیت رکھتی ہے' جو آدمی کیلئے نسب کی ہے۔''

۱۲۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿فلولا الإسناد وطلب هذه الطائفة له و کثرة مواظبتهم علی حفظه لدرس منار الإسلام ولتمکن أهل الإلحاد والبدع فیه بوضع الأحادیث وقلب الاسانید' فان الاخبار اذا تعرت عن وجود الأسانید فیها کانت بترا﴾(۶۰) ''پس اگر سند کا استعمال نہ ہوتا اور یہ گروہ (محدثین) اس کا لحاظ نہ کرتے اور اس کے حفظ پر ہمیشگی اختیار نہ کرتے تو اسلام مٹ چکا ہوتا اور ملحدین و بدعتی حضرات احادیث گھڑتے اور سندوں کو الٹ پلٹ کر دیتے' پس بے شک اخبار جب سندوں سے خالی ہوں تو وہ دم کٹی ہوتی ہیں۔''

### ﴿...... حواشی وتعلیقات ......﴾

(۱) سلیمان ندوی: سیرت النبی ﷺ (قرآن محل، کراچی، ۱۹۷۳ء) ۶:۳۱

(۲) محمد ۴۷:۳۳

(۳) آل عمران ۳:۳۱

(۴) امام احمد بن حنبل: مسند احمد (دارصادر بیروت، ۱۹۶۹م)۱:۳۷۹

(۵) مناظراحسن گیلانی: تدوین حدیث،(ادارہ مجلس علمی کراچی،۱۹۵۶م)ص۴۸

(۶) جیسا کہ ابن عباسؓ کے بارے معروف ہے۔ایضاً و سید سلیمان ندوی: خطبات مدراس (مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد ۲۰۰۳م)ص۵۳

(۷) ابن خلدون: تاریخ ابن خلدون (دارالکتاب اللبنانی،بیروت۔۱۹۶۶م)۲:۵

(۸) امام بخاری: الجامع الصحیح، کتاب الانبیاء باب ماذکرعن بنی اسرائیل،۳۴۶۱

(۹) ابن منظور: لسان العرب (دار صادر بیروت، ۱۹۵۵م)س۔ن۔د،۳:۲۲۰

(۱۰) ابراہیم انیس وغیرہ: المعجم الوسیط(دارالدعوۃ استانبول ترکیا،۱۹۸۹م)س۔ن۔د،۱:۴۵۴

(۱۱) المنفقون ۶۳:۴

(۱۲) امام ابوالفیض الھروی: جواہرالاصول (الدارالسلفیہ بمبئی س۔ن)ص ۱۱۔ والسیوطی: تدریب الراوی (میر محمد کتب خانہ کراچی،۱۹۷۲م)۱:۴۱

(۱۳) ابن حجر: نخبۃ الفکر (فاروقی کتب خانہ ملتان، س۔ن)ص ۹۲ ۔ والسخاوی: فتح المغیث (ام القری للطباعۃ والنشر ،القاہرہ،س۔ن)۱:۱۶

(۱۴) نورالدین عتر: الامام الترمذی والموازنۃ بین جامعہ و بین الصحیحین (مطبعۃ لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر،م۔ن، ۱۹۷۰م)ص۷۰

(۱۵) ابن حزم: الفصل فی الملل والاھواء والنحل (دارالمعرفۃ بیروت لبنان۱۹۷۵م)۲:۸۲۔۸۴

(۱۶) محمد عجاج الخطیب: السنۃ قبل التدوین (مکتبۃ وھبۃ القاہرہ،۱۹۶۳م)ص۲۲۱

(۱۷) امام نسائی: سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب تحریم القتال فیہ (المکتۃ)۲۸۷۹

(۱۸) امام ترمذی: جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی تعظیم الکذب علی رسول اللہ ﷺ:۲۶۵۹

(۱۹) ابن صلاح: مقدمہ ابن صلاح (اسلامی اکادمی، لاہور س۔ن)ص۱۳۰

(۲۰) السیوطی: تدریب الراوی،۲:۱۶۰

(۲۱) احمد محمد شاکر: الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث: ابن کثیرؒ (مکتبہ دارالسلام الریاض ۱۹۹۴م)ص۱۵۲

(۲۲) جمال الدین قاسمی: قواعدالتحدیث (داراحیاء الکتب العربیہ، م۔ن،۱۹۶۱م)ص۲۰۱

(۲۳) السخاوی: فتح المغیث ۳:۳

(۲۴) ایضاً ۳:۴ (۲۵) السجدۃ ۳۲:۱۔۲

(۲۶) البقرۃ ۲:۹۷ (۲۷) ابراہیم ۱۴:۱

(۲۸) الشعراء ۲۶:۱۹۲۔۹۴

(۲۹) التحریم ۶۶:۳

(۳۰) الاحقاف ۴۶:۴

(۳۱) الشوکانی: فتح القدیر (دار احیاء التراث العربی، بیروت، س ن)۵:۱۴

(۳۲) یہ چاروں اقوال امام شوکانیؒ نے صفحہ مذکورہ بالا پر نقل کیے ہیں۔ایضاً

(۳۳) امام حاکم: مستدرک حاکم بحوالہ جمال الدین قاسمی: قواعدالتحدیث،ص۲۰۱

(۳۴) عبدالغفارحسن: عظمت حدیث (دارالعلم اسلام آباد ۱۹۸۹م)ص ۳۱۸

(۳۵) ابوالفیض الھروی: جواہرالاصول،ص۵

(۳۶) الحجرات ۴۹:۶

(۳۷) الطلاق ۶۵:۲

(۳۸) امام مسلم: صحیح مسلم، مقدمۃ الامام مسلم، باب وجوب الروایۃ عن الثقات وترک الکذابین، والتحذیر من الکذب علی رسول ﷺ (مکتبہ دارالسلام،لاہور،۱۹۹۹م)

(۳۹) الاحزاب ۳۳:۶۰

(۴۰) النساء ۴:۸۳

(۴۱) حافظ صلاح الدین یوسف: تفسیر احسن البیان (اردو)(مکتبہ دارالسلام لاہور،س۔ن)ص ۱۱۷

(۴۲) امام مسلم: صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فی فضائل عائشۃ ام المومنین رضی اللہ عنہا:۶۳۰۱

(۴۳) امام احمد: مسند الامام احمد، ۳:۱۳۰

(۴۴) امام بخاری: الجامع الصحیح، کتاب الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل،۳۴۶۱

(۴۵) جمال الدین قاسمی: قواعدالتحدیث،ص ۱۷۴

(۴۶) امام مسلم: صحیح مسلم، مقدمہ الامام مسلم، باب النھی عن الحدیث بکل ماسمع:۷

(۴۷) امام مناویؒ: فیض القدیر (دارالباز للنشر والتوزیع مکۃ المکرمۃ،۱۹۷۲م)۱:۴۳۳

(۴۸) ابن صلاح: مقدمہ ابن صلاح ص۱۳۰

(۴۹) السخاوی: فتح المغیث،۳:۴

(۵۰) امام مسلم: صحیح مسلم، مقدمہ الامام مسلم، باب بیان ان الاسناد من الدین،۳۲

(۵۱) السخاوی: فتح المغیث،۳:۵

(۵۲) ابن حجر عسقلانی بحوالہ جمال الدین قاسمی: قواعد التحدیث،ص۱۷۴

(۵۳) ابوالفیض الھروی: جواہرالاصول،ص۷۔ یہی قول ''کل حدیث'' کے الفاظ کے ساتھ درج ذیل کتاب میں بھی ہے۔ابن عدی: الکامل فی ضعفاء الرجال (دارالفکر بیروت، س۔ن)۱:۴۸

(۵۴) ابوالفیض الھروی: جواہرالاصول،ص۷ وابن حبان: المجروحین من المحدثین (دارالباز للنشر والتوزیع مکۃ المکرمۃ،س۔ن)۱:۲۷،لیکن الفاظ ''لکل شئی فرسان ولھذا العلم فرسان'' ہیں

(۵۵) ابن ابی حاتم: الجرح والتعدیل (مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدرآباددکن،ھند۱۹۵۲م)۱:۳۴

(۵۶) ایضاً، ۱:۱۶

(۵۷) محمد عجاج الخطیب: السنۃ قبل التدوین،ص۲۲۳

(۵۸) السخاوی: فتح المغیث،۳:۴

(۵۹) المرجع السابق،ص۲۲۰

(۶۰) امام حاکم: معرفۃ علوم الحدیث (مطبعۃ دارالکتب المصریۃ القاہرۃ ۱۹۳۷م)ص۶


(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆